Journal of Arts and Linguistics Studies
ISSN Print 2959-0957 ISSN Online 2959-0965
Volume 1 Issue 4 2023
Pages 821-836

Open Access

The Discussions of Tragedy and Comedy in the Drama's Criticism

Publication Details
Paper Received:
July 30, 2023
Paper Accepted:
October 30, 2023
Paper Published:
December 15, 2023

Zahoor Elahi
Ph. D Scholar, Department of Urdu, University of Sargodha
Nasim Abbas Ahmar
Professor, Department of Urdu, University of Sargodha.
Email:

Abstract
Drama within Urdu literature embodies a unique form of prose fiction, portraying diverse facets of human existence; its trials, triumphs, and fluctuations brought to life through the enactment of various acts by performers. Within this genre, life's enigmas are unveiled, providing readers with profound insights into human experience. In this thesis, esteemed critics of Urdu drama, including Dr. A B Ashraf, Professor Abdul Salam, Noor Elahi, Muhammad Umar, Ishrat Rehmani, and Muhammad Shahid Hussain, have not only defined the characteristics of Urdu tragedy and comedy but have also meticulously delineated their nuanced aspects. Their collective scholarship comprehensively examines and illuminates the essence of Urdu drama, enriching our understanding of its thematic depth and artistic complexity.
Keywords: Urdu Drama, Comedy, Tragedy, Characters.

Published by MIARD. Copyright: © the author(s). This article is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY NC) license (https:// creativecommons.org/licenses/by/ 4.0/).

ڈراما ادب کی ایک نمایاں صنف ہے۔ ابتداسے لے کر موجود عہد تک آتے آتے اس صنف نے کئی انداز بدلے ہیں۔ ہر دورمیں وقت کے تقاضوں کے مطابق اس صنف ادب میں کئی تبدیلیاں ہوتی چلی گئیں۔ ان تبدیلیوں نے دیگر امور کے ساتھ ساتھ ڈراما کے نظری مباحث کوبھی متاثر کیا اورڈرامے کے بارے میں کئی نظریات وافکار سامنے آتے گئے ۔ مختلف

ادورا میں ڈراما کے مختلف ناقدین نے ڈراما کے بارے میں کئی تنقیدی نظریات پیش کیے جن سے ایک طرف اس صنف کی تفہیم کی راہیں کھلیں تو دوسری طرف ا س صنف کے خدوخال متعین کرنے میں بھی خاصی مدد ملی ۔ ڈرامے کی نظری مباحث کی تفہیم کے حوالے سے جب ہم مختلف ناقدین کی آرا کی جانب بڑھتے ہیں تو ناقدینِ ڈراما نے ڈراما کی تعریف،ڈراما کے عناصر اور ڈراما کی مختلف اقسام کو موضوعِ تنقید بنایاہے۔ ناقدینِ ادب کے ہاں ڈراما کی جو مختلف اقسام تنقید کا اہم موضوع بنی ہیں ان میں المیہ او رطربیہ ایسی اقسام ہیں جن کے بارے میں مختلف ناقدین نے بہت کچھ لکھاہے ۔ قدیم یونانی مفکرین سے لے کر عصر حاضر تک کے ڈراما کے ناقدین تک مختلف اشخاص نے ان کی وضاحت اپنے اپنے انداز سے کی ہے اور ان کے اسرارکوسامنے لانے کی سنجیدہ کوششیں کی ہیں۔

ڈرامے کی تنقید میں المیہ ڈرامے کے بارے جن خیالات کااظہار ملتاہے اس سے ڈرامے کے کئی زاویے سامنے آتے ہیں۔ انتقادِ ڈرامامیں المیہ کے پیداہونے کے اسباب سے لے کراس کے اثرات اور ناظرین پر ا س کے تاثرات کے بارے میں بھی بہت کچھ لکھاگیاہے۔المیہ کیاہوتاہے؟ اسے ڈراما میں کس طرح پید اکیاجاسکتاہے ؟اور اس کے لیے کس قسم کے کرداروں کی ضرورت ہوتی ہے ؟ اس کے ساتھ ساتھ طربیہ کی نوعیت کیا ہوتی ہے او رڈرامے میں طربیہ کیفیات کیسے پیداہوتی ہیں؟اس بارے میں معروف نقاد ڈاکٹر اے بی اشرف لکھتے ہیں:

"حزنیہ غم آگیں اوراندوہنا ک واقعات پر مشتمل ہوتی ہے او راس کے کردار سنجیدہ ، عظیم اور بالائی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں ۔ اس کے برعکس

طربیہ کے واقعات مسرت او رخوشی کے جذبات کوابھارتے ہیں ۔ان کا انجام بخیر ہوتاہے اور اس کے کردار نچلے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔"[۱]

ڈاکٹر اے بی اشرف کے اس بیان میں المیہ ا ور طربیہ کی وضاحت کے ساتھ ساتھ ان دونوں میں فرق سے بھی آگاہی ہوتی ہے ۔اس بیان میں جہاں تک کرداروں کی بات ہے تو المیہ او رطربیہ دونوں ڈرامونمیں کرداروں کا کسی مخصوص طبقے سے ہونا ضروری نہیں ہے ۔ اگر المیہ کے کردار بالائی طبقے سے او ر طربیہ کے کرداروں کو نچلے طبقے سے مخصوص کردیا جائے تو سوال یہ پید اہوتاہے کہ کیا عام زندگی میں غم وحزن صرف اعلیٰ طبقے او رساری مسرتیں صرف نچلے طبقے کے لیے ہی ہوتی ہیں؟ اس کا جواب یقینا نفی میں ہے ۔ یہ تو ممکن ہے کہ بالائی طبقے کا کوئی کردا ر کسی المیے کا شکار ہوجائے ۔ اورایسا ہونے سے اس کا تاثرزیادہ گہر ابھی ہوسکتاہے کیوں کہ وہ طرب سے نکل کر الم کی طرف بڑھ رہاہوتاہے ۔ اس نے زندگی جس مسرت کے ماحول میں گزاری ہوتی ہے اس کے بالکل برعکس جانے سے ناظرین کے دل میں ا س کے لیے رحم کے جذبات بھی پیداہوسکتے ہیں او ریہ رحم کے جذبات ہی المیہ کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں ،لیکن المیہ کے کرداروں کو صرف بالائی طبقے سے مخصوص کردینا درست روش نہیں ہے ۔اسی طرح طربیہ کو نچلے طبقے سے مخصوص کرنا بھی راست نہیں ہے بلکہ جس طرح زندگی میں المیہ او ر طربیہ دونوں کرداروں سماج کے ہر طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اسی طرح ڈرامے میں بھی ان کا کسی مخصوص طبقے سے ہونا ضروری نہیں ہے ۔

المیہ کی وضاحت کرتے ہوئے بہت سے ناقدین نے ارسطو کے

حوالے سے دیے ہیں او رارسطو کے تصور المیہ سے اپنی تنقید کے چراغ روشن کیے ہیں ۔ اس ضمن میں پروفیسر عبدالسلام کا ایک بیان دیکھیے ۔

" ارسطو نے اس بات پر بہت زور دیا کہ المیہ کا موضوع ایک مکمل او رواحد عمل ہو۔مکمل کی تشریح کرتے ہوئے لکھتاہے کہ مکمل سے میر امطلب کہ اس میں آغاز ہو درمیان میں اورانجام ہو۔"[۲]

جہاں مکمل ا ورواحد ہونے کی بات ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ المیہ میں وحدت تاثر کاہونا بہت ضروری ہے۔ وحدت تاثر کے بغیر کوئی المیہ مکمل نہیں ہوسکتا۔ المیہ کے لیے یہ لازم ہے کہ ا س کے کرداراپنے انجام کو پہنچیں۔ قاری یاناظر کے سامنے کوئی تشنگی باقی نہ رہے ۔ اوریہ بھی ضروری ہے کہ اس کے واقعات او رکردار ونمیں آغاز، وسط او رانجام کے مراحل پائے جائیں۔ یہ اس لیے ضروری قرارپاتاہے کہ قاری یا ناظرواقعات او رحقائق سے آگاہی حاصل کرتاجائے اورکسی موقع پر یونمحسوس نہ ہونے پائے کہ یہاں یہ ہونا بھی ضروری تھا۔یایہانسے یہ رہ گیاہے ۔ اگر ایساہوا توالمیہ جنم نہیں لے پائے گا۔ المیہ کے لیے ضروری ہے قاری یا ناظرکو عام زندگی سے جوڑا جائے ۔ زندگی سے ہٹ کرکسی واقعے کو سیاق وسباق کے بغیر اٹھا کرپیش کردینے سے المیہ جنم نہیں لے سکتا۔گویا جس طرح زندگی میں تسلسل او رربط (آغاز، وسط، انجام)ہوتاہے اسی طرح المیہ میں بھی ا س کابرقراررہنا ضروری ہے۔

المیہ کس طرح پید اہوتاہے اس بارے اردوتنقید میں بہت سی وجوہات سامنے آتی ہیں ۔ مختلف ناقدین نے اس موضوع پر بھی بہت کچھ لکھاہے ۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اکثرناقدین کے ہاں ایک جیسے ہی

خیالات ملتے ہیں او ربعض جگہ تو صورت حال انتہائی مبہم بھی ہوجاتی ہے تاہم بعض ناقدین نے اس حوالے سے خا ص نکا ت بھی سامنے لانے کی کوشش کی ہے ۔ اس ضمن میں ڈاکٹر اے بی اشرف کایہ بیان خاص اہمیت کاحامل قرارپاتاہے کہ :

" ٹریجڈی ،تو بالخصوص نام ہی اس جدلیت ، حرب وضرب او رتصادم کا ہے جو مثبت ومنفی ، خیروشر، اعلیٰ و ادنی ٰ ، ظالم ومظلوم کے درمیان مختلف رنگوں میں وقوع پذیر ہوتے ہیں ۔"[۳]

اے بی اشرف کے اس بیان میں کافی وزن ہے ۔ المیہ اسی وقت تک جنم لے سکتاہے جب تصادم کی کیفیت پیدا ہواور تصاد م کے لیے ضروری ہوتاہے کہ دومتضاد قوتیں آپس میں ٹکرائیں ۔ یہ متضاد قوتیں خیر وشر کی بھی ہوسکتی ہیں او راعلیٰ و ادنیٰ ، ظالم ومظلوم بھی ۔ ان متضاد قوتوں کے تصادم کے نتیجے میں ایک کی فتح اور دوسری کی شکست لازم ہوتی ہے ۔ لیکن سوال یہ پید اہوتاہے کہ فتح او رشکست کے نتیجے میں المیہ کیسے پیداہوگا؟ اگر شکست خوردہ قوت المیہ کا شکا رہے تو فاتح کے ہاں طرب کی کیفیت بھی تو ہوگی ۔ایسی صورت میں المیہ کیسے جنم لے گا۔ اس کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ المیہ اسی تصادم سے ہی جنم لیتاہے ۔اسی فتح و شکست سے اس کی تعمیر ہوتی ہے لیکن یہ اس وقت ممکن ہے جب فاتح کو اپنی فتح پر خوشی کی بجائے افسوس ہو، او ریہ افسوس او رزنج اس وقت پید اہوتا ہے جب فاتح حقیقت سے ناآشنا چلا آرہاہوتاہے اور اچانک اس پر حقیقت آشکار ہوتی ہے۔ رستم وسہراب میں ہم دیکھتے ہیں کہ سہراب کا قتل، رستم کی فتح تو ضرور ثابت ہوتاہے لیکن جوں ہی اس پر حقیقت منکشف ہوتی ہے یہی فتح حزن

و الم میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ اسے فتح سے شکست زیادہ اچھی معلوم ہونے لگتی ہے ۔یہیں سے المیہ جنم لیتاہے۔ گویا المیہ تصادم سے ظہور پاتاہے لیکن یہ ایسا تصادم ہوتاہے جس میں فتح و شکست کا مفہوم بدل جاتاہے ۔ جب یہ مفہوم بدلتاہے تو المیہ جنم لیتاہے۔ اس سے ظاہرہوا کہ المیہ کے پید اہونے کے لیے تصادم بنیادی حیثیت رکھتاہے۔

ڈراماکی تنقید میں المیہ کے بارے میں نظری مباحث کے ساتھ ساتھ المیہ کی تاریخ کے بارے میں بھی رہنمائی ملتی ہے ۔ بہت سے ناقدین نے المیہ کا تاریخی تناظر میں جائزہ لیتے ہوئے اس کے ابتدائی نقوش مذہبی رسوما ت میں تلاش کیے ہیں ۔ ان کے نزدیک المیہ کاآغاز مذہبی رسومات کے طور پر ہوا او ر ڈرامے کی تاریخ کے ساتھ ساتھ ا س کا دائرہ کار وسیع ہوتا چلا ۔ نورالہی ،محمد عمر المیہ کی تاریخ او راس کے انجام کے بارے میں ارسطو کے نظریات سے اتفاق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" ابتد امیں ٹریجڈی سے فقط رسوم مذہبی کاانصرام مدنظر ہوتاتھالیکن بعدمیں انسان او راس کے افعال کی آئینہ بردار ی اس کے سپرد ہوئی ۔ یہ عام خیال صریحاً غلط ہے کہ ٹریجڈی کا انجام لازماً تمام کیریکٹروں کی موت پر ہونا چاہیے ۔افلاطون کے نزدیک ہر وہ سنجیدہ ڈراما جس میں دیو مالا کے کسی ہیروکے مصائب کا بیان یا کسی قومی ادبار یا جہانکشائی کاتذکرہ ہوٹریجڈی ہے۔"[۴]

اس بیان میں ارسطو کے حوالے کے ساتھ جو وضاحت کی گئی ہے ، اس کے دوزاویے سامنے آتے ہیں ۔ا یک تو یہ کہ المیہ تصورات کی بنیاد مذہب ہے ۔دوسرا المیہ کے بارے میں اس عام تاثر کورد کرنے کی

کوشش کی گئی ہے جس کے مطابق المیہ کے تمام کرداروں کی موت ہی ڈرامے میں المیہ پیدا کرسکتی ہے۔ محمد عمر نے جو ارسطو کے حوالے سے بات کی ہے اس کے مطابق المیہ کا زیادہ دارومدا ر اس کے ہیرو پر ہوتاہے ۔اور ہیرو کے لیے لازم نہیں کہ وہ موت کے منھ میں جاکر ہی المیہ کی پیدا ئش کا باعث بنے بلکہ ہیرو کا ان مصائب کا شکار ہوجانا جن کی توقع نہیں ہوتی او راس کا ان مصائب میں گھر کر عاجز آجانا بھی المیہ کی پید ائش کا باعث بنتاہے۔

المیہ کی ایک تعرف محمد شاہد حسن کے ہاں بھی ملتی ہے ۔ اسے المیہ کی کمزور تعریف ہی قراردیا جاسکتاہے کیوں کہ اس میں ماسوائے ایک دو باتوں کودہرانے کے او رکچھ بھی نہیں ہے ۔ محمد شاہد حسن المیہ کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" ٹریجڈی کی تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے کہ اس کاپلاٹ غم واندوہ کے واقعات پر مبنی ہوتاہے ۔ اور اس میں باوقار و اعلیٰ طبقے کے کردارشامل کئے جاتے ہیں۔"[۵]

اس تعریف میں بہت سی باتیں دیکھنے والی ہیں۔ ایک تویہ کہ اگر المیہ ڈرامے کا پلاٹ پہلے سے ہی غم واندوہ کے واقعات پرمبنی ہوتاہے تو پھر المیہ پیدا کیسے ہوگا۔ تصادم او ردوسری شرائط کہاں جائیں گی۔ المیہ تونا گہانی صورت حال سے جنم لیتاہے ۔اگر ڈرامانگار نے پہلے سے ہی واقعات کواس انداز سے ترتیب دے دیا ہے کہ ا ن سے غم واندوہ مترشح ہوتا آرہاہے تو پھر المیہ کی بجائے قاری او رناظر اسے حالات کے نامساعد ہونے سے تعبیر کرے گا ایسی صورت میں المیہ کا جنم لینا ممکن نہیں ہے۔ دوسری بات جواس تعریف میں کی گئی وہ المیہ کے

کرداروں کے بارے میں ہے ۔ یوں لگتاہے کہ فاضل نقاد کے سامنے صرف "رستم وسہراب" کا ہی المیہ ہے جس کوبنیاد بنا کر کہہ دیا گیا کہ اس مینباوقار اعلیٰ طبقے کے کردارشامل ہوتے ہیں۔ المیہ توایک انسانی وصف ہے ۔ جس طرح انسان خوشی کے لمحات سے مسرت حاصل کرتاہے اسی طرح غم اور دکھ بھی اس کے ساتھ ساتھ لگے ہیں۔ اسے نامساعد حالات کاشکار ہوکرغم واندوہ مینبھی پڑنا ہوتاہے او راپنی بے بسی پہ رونا بھی ہوتاہے۔ اس کے لیے اعلیٰ او راورادنیٰ کے حا لا ت کی کوئی قید نہیں ۔ یہ درست ہے کہ ادنیٰ طبقے کے لوگ مشکل زندگی گزار رہے ہوتے ہیں لیکن یہ بھی سچ ہے کہ محض روپے پیسے یا دولت کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے ان کی زندگی کو المناک قرارنہیں دیا جاسکتا۔اسی طرح اعلیٰ طبقے کی دولت کو ہی خوشحالی قرار نہیں دے سکتے ۔ المیہ نفسیاتی عوامل سے ہے او رنفسیاتی عوامل کا شکار معاشرے کا کوئی فردبھی ہوسکتاہے۔اس کے لیے اعلیٰ و ادنی ٰ کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ یہ تومانا جاسکتاہے کہ اعلیٰ طبقے کی خوشحالی کے یک دم بدحالی میں بدلنے سے ان کے ہاں المیہ کی صورت زیادہ واضح ہوتی نظر آتی ہے لیکن المیہ کو محض اعلیٰ طبقے کے کرداروںتک محدود کردینا درست نہیں ہے۔

مجموعی طورپر جب ہم انتقادِڈراما میں المیہ کے بارے میں سامنے آنے والے تنقیدی خیالات کا جائزہ لیتے ہیں تو اس حقیقت سے آشنائی ہوتی ہے کہ اکثرناقدین نے ارسطو کے تصور المیہ کے کم یا زیادہ نکات پر بھی بحث کی ہے او رانہی نکات کو ہی اپنی تنقید کی بنیاد بنایا ہے۔ اس کے علاوہ بعض ناقدین کے ہاں اس حوالے سے تسامحات بھی ملتے ہیں۔ مجموعی طورپر ڈرامے کی تنقید میں المیہ ڈرامے کے بارے

مینسامنے آنے والے تنقیدی تصورات اس موضوع کی بہترین رہنمائی کرتے ہیں ۔ اس کے علاوہ ارسطو کے نظریات کی بہترین وضاحت بھی ان میں ملتی ہے۔

المیہ کے ساتھ ساتھ اردو ڈرامے کی تنقید میں دوسرا اہم موضوع کامیڈی ڈراما ہے ۔ ناقدینِ ادب نے المیہ کی طرح کامیڈی ڈرامے کے بارے میں بھی کئی تنقیدی خیالا ت پیش کیے ہیں جن سے ڈرامے کی اس اہم قسم کی تفہیم ممکن ہوئی ہے۔

کامیڈی سے مراد عام طورپر ایسا ڈراما یا ناٹک لیاجاتاہے جو مسرت وانبساط کاباعث بنتاہے ۔ اس کے کرداروں کی حرکا ت وسکنات سے ناظرین او رقارئین کے دل ودماغ پر خوش کن تاثرات مرتب ہوتے ہیں او روہ وقتی طورپر ہی سہی دکھ والم کی فضا سے نکل کر مسکرانے لگتے ہیں ۔محمد شاہد حسین کامیڈی ڈراما کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" یہ ڈرامے کی ایسی صنف ہے جس کے پلاٹ میں خوشی ومسرت پید اکرنے والے واقعات لیے گئے ہوناور اس کے کردار متوسط طبقے کے عام انسان ہوں۔ اس مینعموماً مثالی کردار پیش کیے جاتے ہیں اور یہ مبالغہ آمیز ، پر تفنن او رتفریحی سامان فراہم کرتی ہے۔"[٦]

محمد شاہد حسین کی یہ تعریف کامیڈی ڈراما کی روح کے قریب ہے ۔ ایک تو یہ کہ ایسے ڈرامے کا مقصدمسرت اور خوشی پیداکرنا ہوتاہے۔ دوسری اہم بات جو اس تعریف میں ملتی ہے وہ کرداروں کے حوالے سے ہے ۔ محمد شاہد حسین نے کامیڈی کے کرداروںکومتوسط طبقے سے لینے کا ذکر کیاہے۔ یہ بات بھی کسی قدر درست ہے کیوں کہ

جس طرح المیہ عام حالات سے نکلتے ہوئے ایک انہونی کے تحت پید ا ہوتاہے اسی طرح کامیڈی میں بھی مسرت او رخوشی مبالغہ آمیزی او رپرتفنن صورت حال لازمی ہوتی ہے۔ ایسی صورت حال کے زیادہ بہتر اثرا ت اسی شخص پر ظاہر ہوسکتے ہیں جو عام زندگی میں ایسی چیزوں سے زیادہ لطف اندوز نہ ہوا ہو۔ا س کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ زندگی المناک صورت حال میں نہ گزار رہاہو۔ اس لیے متوسط طبقے کے لوگ ہی ایسے افراد میں شمار ہوتے ہیں جو ان شرائط پر زیادہ بہتر طریقے سے پورا اترتے ہیں۔اردو ڈراما کے معروف نقاد عشرت رحمانی کامیڈی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کومیڈی میں عام طورپر ایک توایسا پلاٹ ہوسکتاہے جس کی ابتدا خواہ کسی انداز کی ہو مگر انجام میں خوشی او رراحت و آرام کاظہور ہو۔ لیکن اس کے علاوہ طنزیہ او رمزاحیہ داستان بھی کومیڈی میں شامل ہے ۔"[۷]

عشرت رحمانی نے کامیڈی کے دائرہ کا رکو ڈرامے سے آگے بڑھاتے ہوئے تنقیدی رائے دی ہے۔ ا ن کی اس رائے میں خاصا وزن بھی ہے۔ کیوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس وقت کامیڈی یا ظریفانہ ادب ،ا دب عالیہ کی باقاعدہ ایک صنف کادرجہ رکھتاہے ۔ یوں اسے صرف ڈرامے تک ہی محدو د نہیں کیاجاسکتا۔دوسری بات انھوں نے کامیڈی ڈرامے کے پلاٹ کے حوالے سے کی ہے۔ کامیڈی کے پلاٹ کے لیے یہ تولازم ہے کہ اس کا انجام مسرت بخش ہو،لیکن ڈرامانگارکوا س امر کاخیال رکھنابھی ضروری ہوتاہے کہ ڈرامے کے پلاٹ میں واقعات کی ترتیب اس انداز سے ہوکہ ڈراما بتدریج ظریفانہ انجام کی طرف بڑھتا چلا جائے ۔اگر ڈراما نگار پلاٹ پر خا ص محنت نہیں کرتا اورواقعات میں مسرت بخش عناصر

تو داخل کردیتاہے لیکن پلاٹ میں واقعات کی ترتیب درست انداز سے نہیں لے آتا تو ممکن ہے وہ ڈراما ہنسنے ہنسانے کا باعث تو بن جائے لیکن حقیقی کامیڈی بننے کی بجائے وہ پھکڑ پن زیادہ بنے گا۔اس لیے کامیڈی ڈرامانگار کے لیے محض مسرت انگیز واقعات کا پیش کرنا ہی ضروری نہیں ہوتا بلکہ پلاٹ کے اندر ان کی ترتیب بھی ضروری ہوتی ہے۔

پلاٹ کے علاوہ عشرت رحمانی نے کامیڈی ڈراما کی زبان پر بھی تنقیدی رائے کا اظہار کیاہے۔ وہ کامیڈی ڈرامے میں مزاح پیدا کرنے کے لیے زبان کے استعمال کے بارے میں لکھتے ہیں:

"طنزیہ او رعام مزاحیہ ڈراموں میں بڑی حد تک الفاظ سے لطف واثر پیدا کیاجاتاہے لیکن لطافت میں نازیباالفاظ کا استعمال کثافت پیدا کرنے کاضامن ہوتاہے ۔بہر نوع اس قسم کے ڈرما نگار کے لیے رطب ویابس کی تمیز رکھنی لازمی ہے جو سلامتی ذوق پرمنحصر ہے او راعلیٰ کومیڈی کے لیے بلندپایہ مذا ق کی ضرور ت ہے۔"[۸]

اس بیان میں بہت اہم اصول سامنے لایا گیاہے ۔ زبان ہی وہ اصل چیز ہے جو کرداروں کے ہانمسرت بخش پیداکرکے اسے ناظرین او رقارئین تک پہنچاتی ہے۔ کامیڈی کے بارے میں یہ بات خاص اہمیت کی حامل قرارپاتی ہے کہ اس میں اعلیٰ درجے کا ذوق او رنفاست کا ہونا ضروری ہے۔یہ نفاست زبا ن سے ہی پید اہوسکتی ہے ۔ اگر ڈراما نگا رایسی زبان استعمال کرے گا جو ادبی اور سماجی مرتبے سے گری ہوئی ہوگی (جیسی آج کل نجی ٹی وی چینلز کے کامیڈی ڈراموں میں استعمال ہورہی)تو ایسی زبان پھکڑ پن کو رواج دے گی او رحقیقی کامیڈی سے دور ہوتی جائے گی ۔ ایسی کامیڈی جو گھٹیادرجے کی زبان سے پید اہوتی

ہے وہ ہونٹوں پر مسکراہٹ تو لاسکتی ہے لیکن نفسیاتی تسکین کا باعث بننے سے قاصر رہتی ہے۔اس لیے کامیڈی پیداکرنے کے لیے ڈراما نگا رکوزبان کے اچھے اسلوب سے آگاہ ہونے او را س کے استعمال پر قادر ہوناضروری ہے۔

زبان کے بعد کامیڈی پیدا کرنے کا دوسر ااہم ذریعہ کرداروں کی جسمانی حرکات وسکنات ہوتی ہیں۔ اردو ڈراما کی تنقید میں مختلف ناقدین نے اس بارے میں بھی تنقیدی آرا کااظہار کیاہے۔ ان کے نزدیک جسمانی حرکات وسکنات میں زبان کی طرح شائستگی او ر لطافت ضروری ہے۔محض اچھل کود سے طربیہ صورت پید انہیں کی جاسکتی۔اس ضمن میں بادشاہ حسین لکھتے ہیں:

" گھٹیا ترین قسم کی ظرافت وہ ہے جو جو جسمانی اوصاف کی رو سے طربیہ میں پیدا کی گئی ہو۔بھانڈ نقال او رسرکس مسخرے اسی ذریعہ سے تماشائیوں کو خوش کرتے ہیں ۔"[۹]

کامیڈی پید اکرنے کے لیے ناقدین نے ذہنی بے اعتدالی کوبھی خاص اہمیت دی ہے۔ بہت سے ناقدین کے ہانذہنی بے اعتدالی ہی وہ چیز ہے جو کردار ونسے ایسی حرکات کراتی ہے جس سے مزاحیہ صورت حال جنم لیتی ہے۔ یہاں ذہنی بے اعتدالی سے مراد پاگل پن نہیں بلکہ حماقت ہے ۔ مزاح پاگل پن کی بجائے حماقت سے پیداہوتاہے او ریہ حماقت بھی ایسی ہوتی ہے جوکسی کردار کی نفسیاتی پیچیدگی کی بجائے اس کی ذہنی بے اعتدالی سے رونما ہوتی ہے۔ کردار اپنا رول بہترین انداز میں اداکرتا جارہاہوتاہے کہ اچانک وہ کوئی ایسی حرکت کر بیٹھتاہے جو حماقت کے زمرے میں آتی ہے او رایسی حرکت ہی اس لمحے کو کامیڈی

بنا دیتی ہے ۔ اس بارے میں زیادہ بحث بادشاہ حسین کے ہاں ملتی ہے ۔ وہ لکھتے ہیں:

"ذہنی بے اعتدالی مزاحیہ نگا رکے لیے نعمت غیر مترقبہ ہوتی ہے ۔یہ بے اعتدالی عیب بھی ہوسکتی ہے او رنہیں بھی لیکن ا س کا حماقت ہونا ضروری ہے ۔"[۱۰]

کامیڈی کے وظائف کے بارے میں جن ناقدین نے تنقیدی آرا پیش کی ہیں ان میں نورالٰہی او رمحمد عمر کے نام نمایاں ہیں ۔ وہ کامیڈی کے مقاصد کومحض ہنسنے ہنسانے تک ہی محدود تصور نہیں کرتے بلکہ ان کے نزدیک یہ قلب وذہن کی تسکین میں بنیادی کردار اادا کرتی ہے۔ وہ کامیڈی ہی حقیقی کامیڈی ہے جو یہ وظیفہ پو را کرتی ہے۔ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"کومیڈی بنی نوع انسان کی مضحکہ خیز سہووخطا ، اس کی فروگزاشتوں اورخامیوں کو حاضرین کی تفریح طبع کے لیے پیش کرتی ہے ۔ ٹریجڈی قلب انسانی کے بہترین جذبات کو متاثر کرتی ہے اور کومیڈی اپنے رندانہ او رمستانہ انداز میں مزے مزے کی چٹکیاں لیتی ہے ۔ کومیڈی دکھ ، درد ، سنجیدگی او رمتانت سے کوئی علاقہ نہیں رکھتی اورٹریجڈی عیش ونشاط ، لہوولعب، خوش طبعی او ردل لگی کی روادار نہیں۔"[۱۱]

ڈراماکی المیہ اورطربیہ اقسا م کے علاوہ ناقدین نے ایک اوراہم قسم کے بارے میں را ئےکا اظہا رکیا ہے ۔ یہ وہ قسم ہے جو الم وطرب کے امتزاج سے جنم لیتی ہے۔ ناقدین کے ہاں ڈراما کی اس قسم کو" ٹریجڈی کامیڈی"کی اصطلاح کا نام دیا ہے۔ اس کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے محمد شاہد حسین لکھتے ہیں :

"بعض ڈراما نگاروں نے سنجیدہ ڈراموں میں خوشی ومسرت کے عناصربھی داخل کرنے کی کوشش ،کچھ رومن ڈرامانگاروں نے بہادرانہ روایات اوردیوتاؤں کی کہانیوں کے المیہ اجزا لے کرطربیہ کی بنیادوں پرانھیں آگے بڑھایا۔ اس طرح طربیہ او رالمیہ خصوصیات کوملا کر ڈرامے کی ایک نئی قسم وجود میں آئی جسے الم طربیہ کہا گیا۔"[۱۲]

محمد شاہد حسین نے نہ صرف الم طربیہ ڈرامے کے بارے میں نظری بحث کی ہے بلکہ اس کے تاریخی تناظر کو بھی سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔المیہ اور طربیہ ڈرامے کے بارے میں عشرت رحمانی لکھتے ہیں :

" ایسے ڈراما میں پلاٹ کا انتخاب انسانی زندگی کے مختلف حالات و واقعات سے لیا جاتاہے جس میں رنج وغم،مسرت وانبساط او رمختلف جذبات انسانی کے نمونے پیش کرکے ان سے معنی خیز نتائج مرتب کیے جاتے ہیں۔اوریہی سبب ہے کہ حزنیہ ڈراما کے حقیقت آشنا پہلو زیادہ بڑھ چڑھ کر نمایاں ہوجاتے ہیں ۔"[۱۳]

ڈرامے کی اقسام بیان کرتے ہوئے عشرت رحمانی ایک او رجگہ ٹریجڈی او رکامیڈی کو اکٹھا کرکے بھی یوں بیان کرتے ہیں ۔

" اس قسم کے ڈراما کاپلاٹ ٹریجیڈی و کومیڈی یعنی حزن و طرب کی ملی جلی کہانی پرمبنی ہوتاہے ، غم والم کے خفیف اثرات بھی ہوتے ہیں اور متین ظرافت کے ذریعے تماشائیوں کو سنجیدہ مزاح کا موقع دیا جاتاہے۔"[۱۴]

مجموعی طورپردیکھاجائے تو اردو میں ڈراما پر لکھی گئی تنقیدمیں مختلف ناقدین نے المیہ اورطربیہ ڈرامانگاری کے بارے میں خاصے عمیق پہلو اجاگر کیے ہیں۔ ناقدین کے ہاں ہمیں ان اقسا م کے

بارے میں تنقید ی آراملتی ہیں ، وہ ان ڈراما کی ان اہم اقسام کی تفہیم میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ناقدین ِڈراما نے المیہ ،طربیہ اور المیہ طربیہ ڈراموں کے فرق کو واضح کرتے ہیں ، ان کے مختلف عناصر اور محرکات پربھی بسیط بحث کی ہے۔ وہ عناصرجوکسی ڈرامے کا المیہ یا طربیہ بناتے ہیں اورپھر ان اقسام کے ڈراموں میں کرداروں کو جس طرح اپنا کردارادا کرناپڑتاہے ، ناقدین ادب نے اس کی گتھیانسلجھانے کی بہترین کوشش کی ہے۔ ناقدین نے المیہ اورطربیہ ڈراموں کے مباحث کوتنقید کا موضوع بناتے ہوئے ڈرامے کے عناصر کے ساتھ ساتھ تاریخی تناظر کوبھی خاص اہمیت دی ہے ۔اگرچہ بعض ناقدین کے ہاں ہمیں باتوں کودہرانے کا رویہ ملتاہے ، تاہم مجموعی طورپر انتقادِڈراما میں المیہ اور طربیہ ڈراموں کے مباحث تنقیدی شعور کے ساتھ جس طرح پیش کیے گئے ہیں وہ انتقادِ ڈراما کی اک اہم جہت قرارپاتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ اے بی اشرف، اردوسٹیج ڈراما، (اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان ، ، ۱۹۸۶ء)ص:۲۹

۲۔ عبدالسلام ، پروفیسر، فن ڈراما نگاری او رانارکلی ،(کراچی:مکتبہ نظامیہ ، ۱۹۶۱ء)،ص:۱۷

۳۔ اے بی اشرف، اردوسٹیج ڈراما،ص:۱۷

۴۔ نورالٰہی ، محمدعمر، ناٹک ساگر، (لاہور:مرکنٹائل پریس، ۱۹۲۴ء) ص:۲

۵۔ محمد شاہد حسین ، ڈراما فن او رروایت، (دہلی :ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،۲۰۰۶ء) ص:۵۷

٦۔ ایضا، ص:٦٢
٧۔ عشرت رحمانی ، اردوڈرامے کا ارتقا ، (لاہور:علمی کتاب خانہ، ١٩٧٨ء)ص:١٥
٨۔ ایضا ، ص:١٦
٩۔ بادشاہ حسین ،اردو میں ڈراما نگاری، (دہلی : اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، ١٩٧٣ء)ص٢٥
١٠۔ ایضا،ص٢٦
١١۔ نوراللہی ، محمدعمر، ناٹک ساگر،ص:٣
١٢۔ محمد شاہد حسن ، ڈراما فن او رروایت، ص:٦٣
١٣۔ عشرت رحمانی ، اردوڈرامے کا ارتقا ، ص:١٤
١٤۔ ایضا، ص:١٧